حد سے کیوں بڑھتے ہو لوگو! کچھ کرو خوفِ خدا
کیا نہیں تم دیکھتے نصرت خدا کی بار بار
ایک بدکردار کی تائید میں اتنے نشاں
کیوں دکھاتا ہے وہ کیا ہے بدکنوں کا رشتہ دار
(حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے فرمایا ہے "درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔" اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کامل اور مقبول بندے بھی چند علامات کے ذریعہ شناخت کئے جاتے ہیں جو اُن کے پھلوں کے طور پر ہوتی ہیں۔ درخت کا بے ثمر رہ جانا ممکن ہے لیکن کسی مقبول بارگاہِ ایزدی کا ان علاماتِ خاصہ سے محروم رہ جانا محال، ناممکن اور ممتنع ہے۔ انہی علامات میں سے ایک بہت بڑی علامت جو اُن کے تعلق باللہ پر برہان قاطع کی حیثیت رکھتی ہے اُن کی دعاؤں کا قبول ہونا ہے۔

بلاشبہ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ بلحاظ ربّ اپنے ہر ایک بندہ کی اضطراری دعا سُنتا ہے لیکن خدا کے پیاروں کو اس بارہ میں اس قدر کثرت حاصل ہوتی ہے جو مرتبۂ خارق عادت تک پہنچ جاتی ہے اور باعتبار کمیت وکیفیت ان کی دعاؤں کی قبولیت بے نظیر ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ان کو اس باب میں ایک اَور امتیاز بخشا جاتا ہے اور

وہ یہ کہ اگرچہ عام اوقات میں ان کی ہر دُعا کا بعینہٖ قبول کیا جانا ضروری نہیں بلکہ بعض اوقات الٰہی مصلحتوں کے ماتحت ان کی دعا اس رنگ میں پوری نہیں ہوتی۔ لیکن جب کبھی دشمنوں سے اس خصوص میں ان کا مقابلہ ہو تو ہمیشہ ان کی ہی سُنی جائے گی اور ان کے مخالف ناکام، نامراد اور مردُود کئے جائیں گے۔ ابتداء سے سنّتِ الٰہی اسی طرح پہ جاری ہے کبھی ایسا نہیں ہُوا اور نہ ہو سکتا ہے کہ ایک برگزیدۂ حق کے مقابلہ پر اہلِ باطل نے دعا کی ہو اور وہ ذلیل نہ ہوئے ہوں۔ عقلاً بھی جب طوفان کے وقت دو میں سے صرف ایک کشتی کو بچایا جا سکتا ہو کیونکہ دونوں کا آپس میں مقابلہ ہے تو اُسی کو ترجیح دی جائے گی جس میں عادل و منصف بادشاہ بیٹھا ہے۔ دوسری کشتی جو بدمعاشوں یا معمولی انسانوں کی ہے اسے غرق ہونے کے لیئے سمندر کی لہروں کے سپُرد کر دیا جائے گا۔ بلعم جو اپنی ولایت کا دم مارتا تھا جب وہ موسیٰؑ ایسے جلیل الشان مقرّب الٰہی سے دعا میں مقابل ہُوا تو فنا کر دیا گیا، اُسے راندۂ درگاہ بنا دیا گیا اور موسیٰؑ کی ہی سُنی گئی۔ تمام انبیاء اور خاصانِ حق کا یہی حال ہے۔ اس خصوصیت کا ہر جگہ نمایاں ظہور نظر آتا ہے۔ اسی کا نام معجزۂ استجابت دعا ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جو مادہ پرستی میں ازمنہ سابقہ سے بہت آگے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے تعلقات کو محض افسانہ اور داستانِ پارینہ قرار دیا جاتا ہے۔ الٰہیات کو بچوں اور اَن پڑھوں کی باتیں بتایا جاتا ہے۔ دلوں سے یقین اُٹھ چکا ہے۔ ایمان کے دعاوی ہیں مگر بے حقیقت۔ ذاتِ باری پر ایک زندہ اور کامل یقین پیدا کرانے کے لئے نشانات، چمکتے ہوئے معجزات، دلائلِ عقلیہ، براہینِ ساطعہ کے علاوہ آپ نے قبولیّتِ دُعا کا اعجازی نشان بھی پیش فرمایا۔ یہ وہ آسمانی حربہ تھا جس نے شک و شبہات کے تمام پردوں کو تار تار کر دیا اور ظلمت و تاریکی کو نور سے بدل دیا۔ یہ وہ آبِ حیات تھا جس نے لاکھوں مُردوں کو زندہ کر دیا اور بے شمار اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان اور گونگوں کو گویائی بخشی۔ اس مسیحائے زماں پر خدا کی بے شمار برکتیں نازل ہوں، اس کے آنے سے ایک عالم زندہ ہو گیا۔ افسوس ان پر جو ہنوز وادیٔ ظلمت میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہ نور کے متلاشی تھے، نور ان کے لئے چمکا۔ پر انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ یہ پانی کیلئے

بے قرار تھے چشمۂ شیریں ان کے لئے جاری ہوا مگر انہوں نے اس طرف کا رُخ نہ کیا آہ!
اب ان کے لئے رونا اور دانت پیسنا ہوگا اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا۔

معترض پٹیالوی لکھتا ہے:۔

"اپنی دعاؤں کی قبولیت کا مرزا صاحب کو بڑا بھاری دعویٰ تھا۔ اور نہ صرف دعویٰ بلکہ اس کو اپنا معجزہ بتلایا کرتے تھے۔ مرزا صاحب اور مرزائیوں کے نزدیک ان کا صاحب معجزہ استجابتِ دعا ہونا مسلّمہ ہے۔" (عشرہ ص۹۱)

ہمیں اس جگہ معترض کی اس تحریر سے بکلّی اتفاق ہے۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منجانب اللہ یہ معجزہ عطا کیا گیا ہے۔ تبھی تو اہلِ دنیا اس میں آپؑ کے مقابلہ سے عاجز و مبہوت رہ گئے۔

مصنّف عشرہ نے اس فصل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض دعاؤں پر بحث کی ہے لیکن ان سے پہلے ایک ضمنی اعتراض بھی کیا ہے۔ لہٰذا ہم پہلے اس اعتراض کا جواب لکھتے ہیں بعد ازاں تمبروار دعاؤں کے متعلق گفتگو کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

قادیان، جماعتِ احمدیہ اور طاعون کی پیشگوئی

معترض مذکور لکھتا ہے:۔

"مرزا صاحب نے بڑے زور شور سے متحدیانہ پیشگوئی کی تھی کہ قادیان میں ہرگز طاعون نہ ہوگا۔" (دافع البلاء ص۶و۷) اور پھر پیشگوئی کی تھی۔ کہ میرے مرید طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ (کشتی نوح ص۲) لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے مرزا صاحب کی یہ دونوں شیخیاں بھی دوسری پیشگوئیوں کی طرح بالکل غلط اور جھوٹ ثابت ہوئیں۔" (عشرہ ص۹۰)

الجواب ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہودنا مسعود کے علماء کی اس شرارت کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ قرآن مجید کو سُنتے اور اس میں تحریف کرکے دوسروں کو بدظن اور متنفر کرتے تھے۔ فرمایا یَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (البقرۃ)

ﻠﮧ پیشگوئیوں کے متعلق ان کے مایۂ ناز اعتراضات کی حقیقت فصل دوم میں مذکور ہے۔ (ابو العطاء)

بٹیالوی معاندنے اِس اعتراض میں اگر اُن کے کان نہیں کترے تو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے میں تو حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ مطابقت کی ہے۔کیوں نہ ہو مسیح وقت کے دشمن جو ہوئے۔

ناظرین کرام! آپ منشی محمد یعقوب کے مندرجہ بالا اعتراض کی کذب آفرینی کا اسی سے اندازہ کرلیں کہ اِن دونوں حوالوں میں اس نے بیہودیانہ تحریف سے کام لیا ہے۔ یہ "بالکل غلط اور جھوٹ" ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے دافع البلاء میں پیشگوئی کی تھی کہ "قادیان میں ہرگز طاعون نہ ہوگا" ایسا ہی یہ تحریر بھی مغالطہ آمیز ہے کہ کشتی نوح میں حضورؑ نے لکھا ہے کہ "میرے مرید طاعون سے محفوظ رہینگے"۔ ہم اپنے اِس دعویٰ کے ثبوت میں دافع البلاء اور کشتی نوح کے اقتباسات درج ذیل کرتے ہیں۔حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:-

(الف) "طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے یعنے جھاڑو دینے والی۔جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کُتّوں کی طرح مرتے ہیں۔یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے۔ پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان پر وارد نہیں ہوگی۔" (دافع البلاء ص۵)

(ب) "ہم دعوے سے لکھتے ہیں کہ قادیان میں کبھی طاعون جارف نہیں پڑے گی جو گاؤں کو ویران کرنے والی اور کھاجانے والی ہوتی ہے۔" (حوالہ مذکور)

(ج) "میری دعا قبول کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ مَیں قادیان کو اس تباہی سے محفوظ رکھوں گا۔خصوصاً ایسی تباہی سے کہ لوگ کُتّوں کی طرح طاعون کی وجہ سے مریں یہاں تک کہ بھاگنے اور منتشر ہونے کی نوبت آوے۔" (دافع البلاء ص۱۰)

(د) "کچھ حرج نہیں کہ انسانی برداشت کی حد تک کبھی قادیان میں بھی کوئی واردات شاذو نادر طور پر ہوجائے جو بربادی بخش نہ

ہو اور موجب فرار و انتشار نہ ہو۔ کیونکہ شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے۔" (دافع البلاء ص۵)

معزز قارئین! ان عبارات کو پڑھیئے اور معترض پٹیالوی کے خود تراشیدہ الفاظ "قادیان میں ہرگز طاعون نہ ہوگا" کا مقابلہ کیجیئے۔ ع۔ افسد اللہ خاتمہ ہی کر دیا تحریف کا۔

اب ذرا کشتی نوح ص۲ کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائیگا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا۔ تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے مت دلگیر ہو۔ یہ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہیں ٹیکہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ ...... اس نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھی فرمادیا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں۔ اور عموماً تمام لوگ اس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے۔ مگر ایسے لوگ ان میں سے جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو ان پر طاعون وارد ہو سکتی ہے۔ مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کریں گے کہ نسبتاً و مقابلتاً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے جس کی نظیر نہیں۔" (کشتی نوح ص۲)

اس اقتباس کو پڑھ کر مصنف عشرہ کی یہودیانہ تحریف آنکھوں کے آگے پھر جاتی ہے

کہ بات کیا ہوتی ہے اور یہ لوگ کس رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ مسیح الزماں نے سچ فرمایا ہے ؎

پھر دوبارہ آگئی احبار میں رسمِ یہود ٭ پھر مسیحِ وقت کے دشمن ہوئے یہ جبّہ دار

معترض پٹیالوی کی دونوں بیان کردہ پیشگوئیاں اس رنگ میں ثابت نہیں ہوسکتیں جس طرز میں اس نے ان کا ذکر کیا ہے۔ اگر کوئی ثابت کرسکتا ہے تو ہم اس کے لیئے اسکو چیلنج کرتے ہیں۔

دافع البلاء اور کشتی نوح کے اِن حوالجات سے مندرجہ ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) قادیان میں طاعون جارف یا بربادی افگن نہ پڑے گی۔

(۲) قادیان کی یہ حفاظت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا اور حضورؑ کے اکرام کا نتیجہ ہے۔

(۳) انسانی برداشت کی حد تک قادیان میں طاعون پڑ سکتی ہے۔

(۴) حضرت مسیح موعودؑ اور حضورؑ کی چار دیواری کے اندر رہنے والے سب لوگ اور حضورؑ کے کامل پیرو علی الاطلاق طاعون سے محفوظ رہیں گے۔

(۵) جماعت کے لوگ نسبتاً زیادہ محفوظ رہیں گے۔ ہاں ناقص پیرو وغیرہ طاعون کا نشانہ ہوسکتے ہیں۔ ہر عقلمند انسان اِن پانچوں نتائج سے اتفاق کرے گا۔ واقعات شاہد ہیں کہ یہ امور خمسہ روز روشن کی طرح پورے ہوئے۔ قادیان میں حضرتؑ کی دعا کے باعث کبھی بھی بربادی افگن یا طاعون جارف نہیں آئی۔ ہاں بعض اموات ہوئی ہیں جو انسانی برداشت کی حد کے اندر اور شاذ و نادر تھیں۔ اسی معمولی تعداد کو محض قادیان کی نسبت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "طاعون زور پر تھا" (حقیقۃ الوحی ص۲۳۳) قرار دیا ہے۔ کیونکہ زور کا لفظ نسبتی ہے اور قادیان کے لیئے ان چند اموات سے زیادہ زور متصور نہ تھا اسلیئے حضورؑ نے اسی کو زور تحریر فرمایا ہے۔ بعض نادان اپنی کم فہمی سے اسی کو موردِ اعتراض بنا لیا کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام طاعون سے بالکل محفوظ رہے۔ حضورؑ کے مکان کے سب لوگ جو قریباً یکصد نفوس بلکہ اس سے بھی زیادہ تھے کلی طور پر محفوظ رہے۔ حتیٰ کہ اس مکان میں ایک چوہا تک نہ مرا۔ آپؑ کے کامل پیرو سب کے سب بچائے

گئے۔ ہاں بعض کمزور مومن[1] طاعون سے فوت بھی ہو گئے۔ یہ تمام واقعات پیشگوئی کے حصے اور اس کے مؤید ہیں۔ اس پیشگوئی کو غلط اور جھوٹ قرار دینا سراسر غلط بیانی ہے۔

طاعون کے متعلق بائیبل[2] اور احادیث[3] میں پیشگوئی تھی کہ وہ مسیح موعود کے وقت بطور نشان نمودار ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے آنے سے پہلے کشفی طور پر اس کے سیاہ پودے دیکھے اور طاعون کے ظہور کی پیشگوئی کی اور پھر اپنی ذات، چار دیواری والوں اور کامل مریدوں کی قطعی حفاظت کا اعلان فرمایا۔ قادیان کے برباد ہونے سے محفوظ رہنے کی پیشگوئی فرمائی۔ واقعات نے ان تمام باتوں کی تصدیق کردی۔ مگر افسوس کہ یہ لوگ ابھی تک اپنے تعصب میں اندھے ہو رہے ہیں۔

اس پیشگوئی کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے طاعون سے محفوظ رہنے کے لئے مقابلۃً دعا کرنے کے لیے علماء کو للکارا اور سب پر مہرِ خاموشی لگ گئی۔ پٹیالوی معترض بھی تسلیم کرتا ہے کہ:۔

"مرزا صاحب تو صرف[4] طاعون کی دعا کے متعلق اپنے مخالفین علماء کو للکارتے تھے کہ تم کافر ہو اسلیئے تمہاری دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔" (عشرہ صفحہ ۹۹)

کتنی زبردست یقینی طاقت ہے۔ طاعون طوفانِ نوح کی طرح ملک میں تباہی ڈال رہی ہے مگر ایک کمزور انسان جسے اس کے مخالف کذاب، دجال اور مفتری (العیاذ باللہ) قرار دیتے تھے پکارتا ہے کہ میں اور میرے کامل متبعین اس طوفان میں بچائے جائیں گے میری چاردیواری کے اندر والے محفوظ و مصئون رہیں گے۔ اور پھر میری بستی کے ہندو، سکھ اور غیر احمدی بھی نسبتاً حفاظت میں ہوں گے۔ یہ آواز عجیب اور حیرت افزا تھی لیکن زمانہ نے

---

[1] معترض نے لکھا ہے کہ "مریدوں میں طاعون کا زور ہوا" یہ اسکے منجملہ کذبات میں سے ایک صریح افتراء ہے۔ اسکا جواب ہم صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین سے ہی دے سکتے ہیں۔ حضرت اقدس کا اشتہار دربارہ ہمدردی مریض طاعون یا ہدایات کا اس سے کوئی جوڑ نہیں۔ وہ تو اکّے دکّے مریض اور شہید کے لئے جاری ہوئے تھے اور عموم حکم تھے "زور" کے دعویٰ کیلئے ثبوت چاہیئے [2] متی مطبوعہ ۱۸۷۰ء۔ رسالہ مکاشفات یوحنا [3] مسلم نزول مسیح [4] صرف کہنا جھوٹ ہے۔ حضرت نے تو ہر دعا میں مقابلہ کیلئے للکارا ہے کما سیأتی۔ (مؤلف)

بتا دیا کہ سچی آواز تھی اور وہ منادی یقیناً راستباز تھا جس نے فرمایا تھا ؂

واللہ ہمچو کشتئہ نوح زکردگار ؛ بے قسمت آنکہ دور بماند ز لنگرم

آؤ میں اس سے بھی عجیب تر ماجرا سناؤں ۔ سنو وہ مقدس انسان جہاں اپنی بستی کے طاعون جارف سے بچاؤ کا اعلان کرتا ہے وہاں پر نہایت ہی پُر جلال اور شوکت سے بھرے ہوئے الفاظ میں لکھتا ہے :۔

"میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں ، خواہ گولڑہ میں اور خواہ بٹالہ میں۔ اگر وہ قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی"

(دافع البلاء ص۱۸)

کیا کوئی اس کے مقابل پر کھڑا ہوا ؟ کیا کسی کو تاب مقاومت ہوئی ؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اے انصاف کے دلدادہ لوگو اور حق پرستی کے دعویدار و! خدا کے واسطے غور کرو کیا یہ کذابوں کے حالات ہوا کرتے ہیں ؟ کیا مفتری ایسی ہیبت اور جلال کے مجسمہ ہوتے ہیں ؟ کیا ان کی باتیں اسی طرح پوری ہوا کرتی ہیں ؟ بھائیو! تم دن اور رات میں فرق کرنا جانتے ہو کاذب اور صادق مشابہ نہیں ہو سکتے ۔ طاعون کا نشان ایک کھلا کھلا نشان ہے قیامت کے دن پہلی امتیں تم کو ملزم کریں گی کیونکہ تم نے وہ نشانات دیکھے کہ اگر وہ اُن کے زمانہ میں ہوتے تو وہ ہلاک نہ ہوتیں ۔ طاعون ہر رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زبردست نشان ہے ۔ اے کاش ہمارے مخالف بصیرت سے کام لیں۔ خوب فرمایا ؂

تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے

تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

(درثمین)

اس ضمنی اعتراض اور غلط بیانی کا جواب دینے کے بعد ہم اس فصل کے "اصلی اعتراضات" کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ معترض نے بخیالِ خویش چند دعاؤں کا ذکر کیا ہے اور پھر

دعویٰ کیا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معجزہ استجابتِ دعا غلط ہے تفصیلی بحث سے قبل اجمالاً مسئلہ دعا کے متعلق کچھ لکھنا ضروری ہے۔ تا ہر قسم کی غلط فہمی دُور ہو جائے۔

دُعا کیا چیز ہے؟

بندہ عاجزانہ حالت میں اپنی ضروریات اور حاجات کو بدرگاہِ رب العالمین پیش کرتا ہے۔ اپنی کمزوری، بے بسی اور بے بضاعتی کا اعتراف کرتا ہے۔ نہایت رقت آمیز اور جاذب کلمات کے ساتھ خداوند کے رحم کو جوش میں لاتا ہے۔ درد بھرے دل کے ساتھ قضاءِ حوائج کے لیے ملتجی ہوتا ہے ارحم الراحمین اپنے بندہ کی دُعا کو سُنتا ہے اور اپنی شانِ الوہیت کے شایان اس کو قبول کرتا ہے۔ پس دُعا کیا ہے؟ ایک بندہ کی عجز و نیاز اور فروتنی کا مظاہرہ اور امداد خداوندی کے لیے بیقرار التجا کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی شانِ جبروت و کبریائی کے مناسب اس کو قبول یا رد فرماتا ہے۔

دُعا کی منظوری اور مقابلہ

بندہ کا یہ حق نہیں کہ کہے کہ میری ہر دعا منظور ہونی چاہیئے یا فلاں دعا کیوں منظور نہیں ہوئی۔ ع
رموزِ مملکت را خسرواں دانند۔ بطور حق کے کسی بھی انسان کی دعا کی منظوری ضروری نہیں۔ خداوند مالک ہے اور بندے ناچیز مخلوق۔ اس کی شانِ قہاریت اور سطوت کے آگے کسی کو دم مارنے کی جگہ نہیں لیکن اس کے رحم نے تقاضا کیا کہ اس کے پیاروں کو خاص نشان دیا جائے۔ چنانچہ اس کی قدیم سے یہی سنت رہی ہے کہ جب دشمن اسکے مقبولوں کو مردود اور مخذول ثابت کرنے کے لئے بذریعہ دعا ان کا مقابلہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ ضرور اپنے مقبولوں کی سُنتا ہے۔ مباہلہ کی صورت میں وہ ہمیشہ صادق کی تائید میں غیر معمولی خوارق ظاہر فرماتا ہے۔ جیسا کہ آیت قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ (آل عمران ع) سے واضح ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عام دشمن آپ کے بعد بھی جیتے رہے۔ مگر

جس شخص نے بذریعہ دعا آپ کی ہلاکت چاہی اور اس کو آپ کے کذب کی دلیل بتایا جیسا کہ جنگ بدر کے موقع پر ابوجہل نے بددعا کی تھی اَللّٰھُمَّ مَنْ کَانَ مِنَّا کَاذِبًا فَاَحِنْهُ فِی ھٰذَا الْمَوْطِنِ تو وہ ضرور آپ کے سامنے ہلاک ہوا۔ نصاریٰ نجران کے متعلق حضورؐ نے فرمایا:۔

"وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَنَّ الْھَلَاکَ قَدْ تَدَلّٰی عَلٰی اَھْلِ نَجْرَانَ وَلَوْ لَاعَنُوْا لَمُسِخُوْا قِرَدَۃً وَخَنَازِیْرَ وَلَاضْطَرَمَ عَلَیْھِمُ الْوَادِیْ نَارًا وَلَاسْتَاْصَلَ اللّٰہُ نَجْرَانَ وَاَھْلَہٗ حَتّٰی الطَّیْرَ عَلٰی رُؤُسِ الشَّجَرِ وَلَمَا حَالَ الْحَوْلُ عَلَی النَّصَارٰی کُلِّھِمْ حَتّٰی یَھْلَکُوْا۔" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۹۹)

یعنی اگر یہ مباہلہ کرتے تو یقیناً سال سے پہلے پہلے ہلاک ہو جاتے۔ بہرحال یہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے کہ مقابلۃً صرف مقبولوں کی دعا سُنی جاتی ہے۔ اگرچہ عام اوقات میں انکی بھی بعض دعائیں ان ظاہری صورت میں پوری نہیں ہوتیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف فرمایا اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المؤمن ع) مگر ساتھ ہی بتا دیا کہ تمہاری مطلوبہ صورت کو ہی پورا کرنا ضروری نہیں۔ کفار کو مخاطب کر کے فرمایا فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ اِنْ شَآءَ۔ الآیہ (الانعام ع) تم مصیبت اور دکھ کے وقت صرف اللہ کو پکارتے ہو۔ اور اگر وہ چاہے تو اس مصیبت کو دور کر دے مگر بعد میں پھر تم شرک میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ گویا انتہائی عاجزی کی دعا کا قبول کرنا بھی مشیت ایزدی کے ماتحت ہے۔ مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ (البقرہ ع[۱۹]) کہ ہم ضرور خوف، بھوک، نقصانِ مال وجان اور اتلافِ ثمرات کے ذریعہ تمہاری آزمائش کریں گے صبر کرنے والوں کو بشارت دیدو۔

ان آیات پر یکجائی نظر کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جب کسی دعا میں دشمنوں سے مقابلہ ہوتا ہے تو ضرور صادقین کی دعا سُنی جاتی ہے اور جس طرح وہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اسی طرح ظاہر فرماتا ہے۔ مگر عام حالات میں ان کی بھی بعض دعاؤں کو بصورت ظاہر مسترد فرماتا ہے تا اہل دنیا پر ان کی طرف سے تسلیم و رضا کا بھی اظہار ہو۔

کیا نبی کی ہر دعا بعینہٖ منظور ہوتی ہے؟

انبیائے کرام اپنے کارہائے نمایاں

اور نشانات کے لحاظ سے اس مقام پر ہوتے ہیں کہ عوام کی ذہنیت کے پیش نظر اس بات کا غالب خطرہ ہوتا ہے کہ ان کو جامۂ الوہیت پہنا دیا جائے گا۔ اس کے انسداد کے لئے علاوہ دیگر ذرائع کے مصلحت الہٰی اس طور پر واقع ہوئی ہے کہ ان کی غیر مقابلہ کی بعض دعاؤں کو بھی ظاہر پر پورا نہیں کیا جاتا۔ تا ان کی عبودیت مشتبہ ہو کر ان کو ذاتی طور پر صاحب اقتدار نہ یقین کیا جائے اس کی مثالیں سب نبیوں میں موجود ہیں۔ بطور مثال عرض ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کی نجات کے لئے دعا کی اور وعدۂ الہٰی یاد دلا کر کہا رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ (ہود ع۴) مگر اللہ تعالیٰ نے اس بیٹے کو غرق ہونے سے نہیں بچایا۔ بلکہ حضرت نوحؑ سے کہا فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنِّیْۤ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجَاھِلِیْنَ (ہود ع۴) حضرت نوحؑ کی دعا کے متعلق مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار میں شائع کیا ہے :-

> "غور سے دیکھو کہ نوح علیہ السلام کا لڑکا اُن کے سامنے پانی میں غرق ہو گیا۔ جس کے بچاؤ کے لئے حضرت نوح نے خدا سے بھی دعا مانگی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔" (اہلحدیث ۱۱ر اکتوبر ۱۹۱۲ء ص کالم ۲)

خود معترض پٹیالوی نے لکھا ہے :-

> "حضرت نوح علیہ السلام نے لفظ اھل کے عام معنے سمجھ کر اپنے بیٹے کے بچائے جانے کی درخواست کی تھی لیکن اس کے اعمال غیر صالح ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے اُن کے اہل سے خارج فرما دیا۔" (تحقیق لاثانی ص۱۲۱)

اور تو اور سید الانبیاء فخر المرسلین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں :-

> اِنِّیْ سَاَلْتُ اللہَ فِیْھَا ثَلَاثًا فَاَعْطَانِیْ اثْنَتَیْنِ وَمَنَعَنِیْ وَاحِدَۃً۔
>
> ترجمہ۔ میں نے اس نماز میں اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دو تو مجھے دیدیں اور ایک منع کر دی یعنی دو دعائیں منظور ہو گئیں اور ایک ظاہری طور پر نامنظور۔"

جو دعا نامنظور ہوئی وہ یہ تھی۔ فرمایا :-

"سَأَلْتُهُ اَنْ لَا يُذِيْقَ بَعْضَهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيْهَا"
میں نے اللہ سے دعا کی کہ میری اُمت کے لوگ ایک دوسرے سے نبرد آزما
نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے اس کو نامنظور فرمایا" (جامع ترمذی باب الفتن جلد۲ صفحہ)
اس حدیث کے بعد والی حدیث میں نامنظوری کی وجہ بایں الفاظ بیان فرماتے ہیں:-
"اِنَّ رَبِّیْ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَاِنَّهٗ لَا يُرَدُّ"
کہ میرے رب نے فرمایا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جب ایک قطعی اور
مبرم فیصلہ کر لیتا ہوں تو وہ رد نہیں ہو سکتا"
صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے حضور نے فرمایا:-
"اِسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لِاُمِّیْ فَلَمْ يَأْذَنْ لِیْ -"
کہ میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ میں اپنی والدہ ماجدہ کے لئے
استغفار کروں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہ دی۔" (مسلم کتاب الجنائز
جلد اوّل صفحہ ۳۵۹ مطبوعہ مصر)

ترمذی شریف میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-
"لِكُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ وَاِنِّی اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَةً
لِاُمَّتِیْ وَهِیَ نَائِلَةٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ لَا يُشْرِكُ
بِاللّٰهِ شَيْئًا" (ترمذی جلد ۲ صفحہ)
ترجمہ۔ ہر نبی کی ضرور ہی ایک دُعا مقبول ہوتی ہے۔ میں نے اپنی وہ دعا اپنی اُمت
کی شفاعت کی خاطر مخفی رکھی ہے۔ اور وہ دعا اگر اللہ نے چاہا تو ہر اُس شخص
کے حق میں مقبول ہو گی جو شرک سے بکلی مجتنب ہو گا"
اس حدیث سے بھی بطور مفہوم مخالف ثابت ہے کہ نبی کی ہر دعا کا ظاہری صورت میں
قبول ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:-
"لِكُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ اَیْ مُجَابَةٌ اَلْبَتَّةَ وَهُوَ عَلٰی يَقِيْنٍ
مِنْ اِجَابَتِهَا وَبَقِيَّةُ دَعَوَاتِهِمْ عَلٰی رَجَاءِ اِجَابَتِهَا" (مجمع البحار جلد ا صفحہ)

ناظرین کرام! ان بیانات کا نتیجہ نہایت واضح ہے۔ قرآن مجید کی آیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک کے الفاظ ہیں اور نہایت غیر مبہم الفاظ ہیں۔ ان میں کوئی معاند یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ دیکھو انبیاء کی ہتک کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم تو قرآن مجید اور حدیث نبوی کے متبع ہیں۔ بلا شبہ نبی کا مقام بارگاہِ ایزدی میں بہت ہی بلند ہے مگر ہم آیاتِ قرآنیہ اور ارشاداتِ نبویہ کو کس طرح چھپا سکتے ہیں۔ ان کی رُو سے بہرحال یہ ماننا پڑیگا کہ نبی کی ہر دعا کا منظور ہونا ضروری نہیں۔ اور اگر کسی نبی کی بلا مقابلہ دعا کو اللہ تعالیٰ کسی مصلحتِ خاص کے ماتحت مسترد فرمائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے ایک کتاب "الاقتصاد فی الاعتقاد" تصنیف فرمائی ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ "علم الکلام" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ آپ اس میں فرماتے ہیں:۔

"کئی دفعہ یہ بات ہوئی ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگیں اور ان کے قبول ہونے کا بھی یقین تھا مگر خدا تعالیٰ نے کسی مصلحت کی وجہ سے ان کو قبول نہ کیا۔" (علم الکلام ص۸۳)

تفسیر سراج المنیر میں لکھا ہے:۔

"اِنَّ اِجَابَةَ دُعَاءِ الْاَنْبِيَاءِ غَالِبَةٌ لَا لَازِمَةٌ فَقَدْ يَتَخَلَّفُ لِقَضَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِخِلَافِهٖ كَمَا فِيْ دُعَاءِ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ حَقِّ اَبِيْهِ وَكَمَا فِيْ دُعَاءِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم فِيْ قَوْلِهٖ سَاَلْتُهٗ اَنْ لَا يُذِيْقَ بَعْضَهُمْ بَأْسَ بَعْضٍ فَمَنَعَنِيْهَا" (سراج المنیر جلد ۱ ص۱۲۰)

ترجمہ: نبیوں کی دعا کی قبولیت اکثر اور غالب ہوتی ہے لازمی نہیں۔ کیونکہ بعض دفعہ قضاء الٰہی اس کے برخلاف ہوتی ہے اور وہ دعا تخلف ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا جو اُن کے باپ کے حق میں تھی یا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں ہوا چنانچہ آپ کا قول ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مسلمان بعض بعض کے جنگ کو نہ چکھیں یعنی ان میں خانہ جنگی نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو منظور نہ فرمایا۔"

طوالتِ کلام کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

ہر دُعا ضرور قبول ہوتی ہے
قبولیّت کی صورتیں

شاید یہ عنوان آپ کو عجیب معلوم ہوگا۔ اور ایسا ہی آپ گزشتہ بیان میں عدم قبولیت دعا کے ساتھ "ظاہری صورت" کی قید پڑھکر بھی متعجب ہوں گے لیکن درحقیقت یہ تعجب کی بات نہیں۔ اصلیت یہی ہے کہ کوئی بھی دعا جو درد دل اور جذب پر مشتمل ہو رد نہیں ہو سکتی خواہ اس کا کرنے والا نبی ہو یا ولی۔ کس طرح ممکن ہے کہ ارحم الراحمین خدا بندہ کی گریہ وزاری اور آہ و بُکا کو محض رائگاں جانے لیکن بایں ہمہ یہ بھی درست ہے کہ ہر دعا اپنی ظاہری صورت پر پُوری ہونی ضروری نہیں۔ ان دونوں بیانات میں تطبیق سمجھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث غور سے پڑھیئے۔ حضورؐ فرماتے ہیں :۔

"مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو اللّٰهَ بِدُعَاءٍ اِلَّا اُسْتُجِيْبَ لَهٗ فَاِمَّا اَنْ يُّعَجَّلَ لَهٗ فِي الدُّنْيَا وَاِمَّا اَنْ يُّدَّخَرَ لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَاِمَّا اَنْ يُّكَفَّرَ عَنْهُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ بِقَدْرِ مَا دَعَا۔"

ترجمہ۔ کوئی بندہ اللہ سے کوئی دعا نہیں کرتا مگر وہ اس کے لئے منظور کی جاتی ہے پس یا تو وہ مطلوب اس کو جلد دنیا میں دیا جاتا ہے یا وہ اس دعا کرنے والے کے لئے آخرت میں بطور ذخیرہ جمع کی جاتی ہے یا پھر اس کے گناہ بقدر دعا معاف کر دیئے جاتے ہیں۔" (ترمذی ابواب الدعوات جلد ۲ صفحہ ۲)

گویا دعا تو ہر ایک منظور ہوتی ہے مگر اس منظوری کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں کبھی وہ چیز بعینہٖ دیدی جاتی ہے اور کبھی اس دعا کی منظوری کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ آخرت میں اجر ملے گا۔ یا بندہ کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ بہرحال اس صورت حال کو مدنظر رکھ کر یہ کہنا کہ کوئی بھی دعا رد نہیں ہوتی بالکل درست ہے۔ اور ظاہری صورت کو زیر نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا کہ انبیاء کرام کی بعض دعائیں بھی شرف قبولیت حاصل نہیں کر سکتیں بھی ٹھیک ہے۔ ولولا الاعتبارات لبطلت الحکمة۔

اس حدیث کے ماتحت ہم اسی امر کے قائل ہیں کہ ہر ایک دُعا مقبول ہوتی ہے لیکن جس طرح

ماں کا پیارا بچہ سانپ کے پکڑنے یا آگ سے کھیلنے کے لئے روتا ہے، ماں باوجود انتہائی پیار و محبت کے اس کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتی بلکہ اس کے کھیلنے کیلئے دوسرے کھلونے دیتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بعض دعاؤں کو جو عام اوقات میں ہوتی ہیں اپنی مصلحت کے ماتحت دوسرے رنگ میں پورا کر دیتا ہے اور ظاہری صورت میں پورا نہیں کرتا۔ ہماری اس تحریر میں جہاں جہاں یہ ذکر ہے کہ انبیاء کی بعض دعائیں بھی پوری ہونی ضروری نہیں یا پوری نہیں ہوئیں وہاں ان کا ظاہری صورت اور مطلوبہ رنگ میں نہ پورا ہونا ہی مراد ہیں۔ ورنہ بلحاظ حقیقت خدا کے پیاروں کی ہر دعا مقبول ہوتی ہے۔ فتدبر فیہ فانہ بحث لطیف۔

حضرت مسیح موعودؑ اور قبولیتِ دُعا

اس جگہ مناسب ہے کہ تفصیلی بحث سے قبل ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چند تحریرات درج کریں تا ظاہر ہو کہ اس باب میں حضورؑ کا کیا مذہب اور کیا دعویٰ تھا۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "مومن پر خدا تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک بڑا بھاری فضل ہوتا ہے جو اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کی درخواستیں گو کیسے ہی مشکل کاموں کے متعلق ہوں اکثر بپایۂ اجابت پہنچتی ہیں اور در اصل ولایت کی حقیقت یہی ہے جو ایسا قرب اور وجاہت حاصل ہو جائے جو بہ نسبت اوروں کے بہت دعائیں قبول ہوں کیونکہ ولی خدا کا دوست ہوتا ہے اور خالص دوستی کی یہی نشانی ہے کہ اکثر درخواستیں اس کی قبول کی جائیں"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۲۴۲)

(ب) "یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دعائیں منظور ہوتی ہیں۔ بلکہ بڑا معجزہ ان کا استجابتِ دعا ہی ہے جب ان کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدّت سے بیقراری ہوتی ہے اور اس شدید بیقراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا ان کی سنتا ہے اور اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ خدا ایک مخفی خزانہ کی طرح ہے۔ کامل مقبولوں کے ذریعہ سے وہ اپنا چہرہ دکھلاتا ہے۔ خدا کے نشان بھی ظاہر

ہوتے ہیں۔ جب اس کے مقبول ستائے جاتے ہیں اور جب حد سے زیادہ ان کو دُکھ دیا جاتا ہے تو سمجھو کہ خدا کا نشان قریب ہے بلکہ دروازہ پر کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کریگا جیسا کہ خدا ان لوگوں سے کرتا ہے۔ جو دل و جان سے اس کے ہو جاتے ہیں وہ ان کے لئے عجائبات کام دکھلاتا ہے اور ایسی اپنی قوت دکھلاتا ہے کہ جیسا ایک سوتا ہوا شیر جاگ اُٹھتا ہے۔ خدا مخفی ہے اور اس کے ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ وہ ہزاروں پردوں کے اندر ہے اور اس کا چہرہ دکھلانے والی یہی قوم ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ خیال کہ مقبولین کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے یہ سراسر غلط ہے۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ مقبولین کے ساتھ خدا تعالیٰ کا دوستانہ معاملہ ہے کبھی وہ ان کی دعائیں قبول کر لیتا ہے اور کبھی وہ اپنی مشیت ان سے منواتا ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ دوستی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بعض وقت ایک دوست اپنے دوست کی بات کو مانتا ہے اور اس کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور پھر دوسرا وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی بات اس سے منوانا چاہتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ ایک جگہ قرآن شریف میں مومنوں کی استجابت دعا کا وعدہ کرتا ہے اور فرماتا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ یعنی تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اور دوسری جگہ اپنی نازل کردہ قضاء و قدر پر خوش اور راضی رہنے کی تعلیم کرتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ پس ان دونوں آیتوں کو ایک جگہ پڑھنے سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ دعاؤں کے بارے میں کیا سنت اللہ ہے اور رب اور عبد کا کیا باہمی تعلق ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹-۱۸)

(ج) "بعض نادان یہ اعتراض بار بار پیش کرتے ہیں کہ محبوبانِ الٰہی کی یہ علامت ہے کہ ہر ایک دعا ان کی سُنی جاتی ہے اور جس میں یہ علامت نہیں پائی جاتی وہ محبوبانِ الٰہی میں سے نہیں ہے مگر افسوس کہ یہ لوگ مُنہ سے تو ایک بات نکال لیتے ہیں مگر اعتراض کرنے کے وقت یہ نہیں سوچتے کہ ایسے جاہلانہ اعتراض خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً ہر ایک نبی کی یہ مراد تھی کہ تمام کفار ان کے زمانے کے جو اُن کی مخالفت پر کھڑے تھے مسلمان ہو جائیں مگر یہ مراد ان کی پوری نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یعنی کیا تُو اس غم سے اپنے تئیں ہلاک کر لیگا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ایمان لانے کے لئے اس قدر جانکاہی اور سوز و گداز سے دعا کرتے تھے کہ اندیشہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غم سے خود ہلاک نہ ہو جائیں اسلیئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے اس قدر غم نہ کر اور اس قدر اپنے دل کو دردوں کا نشانہ مت بنا کیونکہ یہ لوگ ایمان سے لاپرواہ ہیں اور ان کے اغراض و مقاصد اور ہیں۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۱۶)

(د) "مَیں کثرتِ قبولیتِ دعا کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔" (ضرورۃ الامام ص۲۶)

(ذ) "مقبولوں کی قبولیت کثرتِ استجابتِ دُعا سے شناخت کی جاتی ہے یعنی ان کی اکثر دعائیں قبول ہو جاتی ہیں نہ یہ کہ سب کی سب قبول ہوتی ہیں۔ پس جب تک کہ رجوع کرنے والوں کی تعداد کثرت کی مقدار تک نہ پہنچے تب تک قبولیت کا پتہ نہیں لگ سکتا اور کثرت کی پوری حقیقت اور عظمت اسوقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے جبکہ مومن کامل مستجاب الدعوات کا اس کے غیر سے مقابلہ کیا جائے ورنہ ممکن ہے کہ ایک بدباطن

نکتہ چین کی نظر میں وہ کثرت بھی قلت کی صورت میں نظر آوے۔
سو درحقیقت کثرت استجابت دعا ایک نسبتی امر ہے جس کی
صحیح اور یقینی اور قطعی تشخیص جو منکر کے منہ کو بند کرنیوالی ہو
مقابلہ سے ہی ظاہر ہوتی ہے۔" (آسمانی فیصلہ صفحہ طبع سوم)

(س) "یاد رہے کہ خدا کے بندوں کی مقبولیت پہچاننے کے لئے دعا کا قبول
ہونا بھی ایک بڑا نشان ہے بلکہ استجابتِ دعا کی مانند اور کوئی بھی نشان
نہیں کیونکہ استجابتِ دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بندہ کو جناب الٰہی میں
قدر اور عزت ہے۔ اگرچہ دعا کا قبول ہو جانا ہر جگہ لازمی امر نہیں
کبھی کبھی خدائے عزوجل اپنی مرضی بھی اختیار کرتا ہے لیکن اس
میں کچھ شک نہیں کہ مقبولین حضرتِ عزت کے لئے یہ بھی ایک نشان ہے
کہ بہ نسبت دوسروں کے کثرت سے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں
اور کوئی استجابتِ دعا کے مرتبہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲۱)

(ش) "سنّتِ الٰہیہ اسی طرح پر واقع ہے کہ خدا اُن کی سُنتا ہے اور ایسا ہی ہوتا
ہے کہ خدا ان کی دُعا کو رد نہیں کرتا اور کبھی ان کی عبودیت ثابت
کرنے کے لیئے دعا سُنی نہیں جاتی تا جاہلوں کی نظر میں خدا کے
شریک نہ ٹھہر جائیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸)

(ص) "خدا تعالیٰ اپنے مکالمہ کے ذریعہ سے تین نعمتیں اپنے کامل بندہ کو عطا فرماتا
ہے۔ اوّل اس کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور قبولیت سے اطلاع دی
جاتی ہے۔ دوم اس کو خدا تعالیٰ بہت سے امورِ غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے
سوم اس پر قرآن شریف کے بہت سے علوم حکمیہ بذریعہ الہام کھولے
جاتے ہیں۔ پس جو شخص اس عاجز کا مکذب ہو کر پھر یہ دعویٰ
کرتا ہے کہ یہ ہنر مجھ میں پایا جاتا ہے میں اس کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا
ہوں کہ ان تینوں باتوں میں میرے ساتھ مقابلہ کرے ..... مگر
یاد رکھنا چاہیئے کہ ہرگز ایسا نہیں کر سکیں گے۔ مکذبین کے دلوں پر خدا

کی لعنت ہے۔ خدا ان کو نہ قرآن کا نور دکھلائیگا نہ بالمقابل دعا کی استجابت جو اعلام قبل از وقت کے ساتھ ہو اور نہ امورِ غیبیہ پر اطلاع دیگا۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۱۹ حاشیہ)

ناظرین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان عبارتوں سے قبولیتِ دعا کی حقیقت، اس بارہ میں آیاتِ قرآنی کی رہنمائی، حضورؑ کا مذہب، اور پھر معجزۂ استجابت دعا کا دعویٰ واضح طور پر ثابت ہیں۔ حضرت کے نزدیک آیاتِ قرآنی اور واقعاتِ صحیحہ کی روشنی میں ہر دعا کا منظور ہونا ضروری نہیں بلکہ بعض دعائیں ذاتِ باری کا استغناء اور ولی و نبی کی عبودیت ثابت کرنے کی غرض سے بھی مسترد ہو جاتی ہیں۔ ہاں نسبتاً ان کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اور اگر دشمنوں سے مقابلہ ہو تو پھر تو صرف انہی کی دعا سُنی جاتی ہے اور مخالفین کی دعا ان کے مُنہ پر ماری جاتی ہے۔ (وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ) ان کے استجابتِ دعا کے معجزہ کا کامل ظہور مقابلہ کے وقت ہی ہوتا ہے اور حضرت اقدسؑ نے اسی صورت میں زبردست تحدی کی ہے اور مخالفین نے اس مقابلہ سے قطعی گریز کر کے حضرتؑ کی صداقت پر ایک اور مُہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔

ہمارے محوّلہ بالا بیانات میں معترض پٹیالوی کی فصل ہشتم کا اصولی جواب موجود ہے۔ وہ جو اعتراض حضرت اقدسؑ کے ابطال کی خاطر کرتا ہے وہ حضورؑ پر نہیں بلکہ نعوذباللہ سب انبیاء پر عائد ہوتا ہے اور یہی اعتراض کی بطالت کا زبردست ثبوت ہے یہی وہ منہاجِ نبوت ہے جس کی رُو سے حضورؑ کی صداقت پرکھنے کے لیے مخالفین کو چیلنج دیا جاتا رہا اور اب بھی دیا جاتا ہے مگر وہ اِس طرف رُخ نہیں کرتے۔ حضورؑ نے خوب فرمایا ؎

انبیاء کے طور پر حجت ہوئی ان پر تمام ؛ انکے جو حملے ہیں ان میں سب نبی ہیں حصہ دار

قبولیتِ دُعا اور معترض پٹیالوی

معترض نے خود اپنی دوسری کتاب میں لکھا ہے:-

"قرآن شریف میں ہمیں بتلایا گیا ہے کہ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لیکن ہزاروں لاکھوں دعائیں ہیں جو قبول نہیں ہوتیں ..... دعاؤں کی فلاسفی سے غالباً آپ بے خبر نہیں ہوں گے کیونکہ آپ

قاضی ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ سوالوں اور دعاؤں کا قبول کرنا یا نہ کرنا مالکِ حقیقی اور حکیم لم یزلی کی حکمت و مصلحت پر مبنی ہے۔ ڈاکٹر اور طبیب بیمار سے پوچھتے ہیں کچھ کھانے کو جی چاہتا ہے تو کھا لو۔ بیمار کسی خاص شے کا نام لیتا ہے مگر وہ ڈاکٹر کی رائے میں اس کے لئے مضر ہے تو اس سے منع کر کے وہ دوسری غذا تجویز کرتے ہیں۔" (تحقیق لاثانی ص۱۷)

جب حقیقت یہ ہے تو پھر اس فصل کے اعتراضات کی ضرورت کیا تھی؟ اس کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ آپ محض مخلوقِ خدا کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

اب ہم معترض پٹیالوی کے پیش کردہ واقعات پر نمبروار بحث کرتے ہیں۔

(۱) حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کے لئے دعا

مصنف عشرہ لکھتے ہیں:۔

"مولوی عبدالکریم سیالکوٹی مرزائی مشن کے دستِ راست تھے۔ جو بمرض کاربنکل پھوڑا بیمار ہوئے۔ ان کے علاج کے لئے جیسا کہ چاہیئے تھا سخت کوشش کی گئی اور علاج کے علاوہ دعائیں تو اتنی کی گئیں کہ غالباً مرزا صاحب نے کسی دوسرے امر کے لئے نہیں کی ہونگی۔" (عشرہ ص۹۲)

پھر لکھا ہے:۔

"مگر افسوس کہ مرزا صاحب کی شبانہ روز کی سب دعائیں رد ہو گئیں اور ۱۱؍اکتوبر ۱۹۰۵ء کو مولوی صاحب اس دنیا سے کوچ کر گئے۔" (عشرہ ص۹۳)

الجواب ص۱: جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں ہر دعا کا بصورتِ مطلوبہ منظور ہونا ضروری نہیں۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولوی صاحب مرحومؓ کے لئے بہت دعائیں کیں لیکن مولوی صاحبؓ کی وفات سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے حضورؑ کو ان کی موت کے قضاء مبرم ہونے کی اطلاع دیدی تھی اور حضورؑ نے دعا کرنا بند کر دیا تھا۔ حضورؑ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کے ذکر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ان کے لئے میں نے بہت دعا کی تھی۔ مگر ایک بھی الہام ان کے لئے تسلی بخش نہ تھا بلکہ بار بار یہ الہام ہوتے رہے کہ کفن میں لپیٹا گیا، ۴۷ برس کی عمر۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انّ المنایا لا تطیش

سہا مرا۔ یعنی موتوں کے تیر خطا نہیں جاتے۔ جب اس پر بھی دعا کی گئی تب الہام ہوا یا ایہا النّاس اعبدوا ربّکم الذی خلقکم۔ تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا۔ یعنے اے لوگو! تم اس خدا کی پرستش کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے یعنی اُسی کو اپنے کاموں کا کارساز سمجھو اور اسی پر توکل رکھو۔ کیا تم دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو۔ اس میں یہ اشارہ تھا کہ کسی کے وجود کو ایسا ضروری سمجھنا کہ اس کے مرنے سے نہایت درجہ کا حرج ہوگا ایک شرک ہے۔ اور اس کی زندگی پر نہایت درجہ زور لگا دینا ایک قسم کی پرستش ہے۔ اس کے بعد میں خاموش ہو گیا اور سمجھ لیا کہ اس کی موت قطعی ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۲۷)

کیا کوئی عقلمند اس بات کو حقیقتاً دعا کا ردّ کرنا کہہ سکتا ہے اور پھر اس سے حضرت اقدسؑ کے کاذب ہونے کا استدلال کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ حضرتؑ نے دعا کی اور بہت دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ یہ تقدیر بہر صورت اٹل ہے۔ دعا کے جواب میں الہام ہو گیا جس نے اپنی صداقت پر واقعات سے مُہر کر دی۔ پس اس صورت میں اس دعا کو حضرت کے خلاف پیش کرنا نادانی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو یہ حضورؑ کی صداقت کا زبردست ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتا دیا کہ یہ قضاء مبرم ہے اور حضورؑ نے اس وقت دُعا کرنی چھوڑ دی۔

الجواب ۳:- صحیح ترمذی کی حدیث اُوپر درج ہو چکی ہے۔ دعا کی قبولیت کی مختلف صورتیں ہوا کرتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مولانا عبدالکریمؓ کی صحت کے لئے جو بکثرت دعائیں کیں اگرچہ ان پر حضورؑ کو الہاماً جواب مل گیا اور بالآخر آپ نے سلسلۂ دعا کو بند بھی کر دیا لیکن تاہم حضورؑ کی وہ "شبانہ روز دعائیں" رائگاں نہیں گئیں۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"وہ درد جو اُن (حضرت مولوی عبدالکریمؓ) کے لئے دعا کرنے میں میرے دل پر وارد ہوا تھا خدا نے اس کو فراموش نہ کیا اور چاہا کہ اس ناکامی کا ایک اَور کامیابی کے ساتھ تدارک کرے اسلئے اُس نشان کے لئے سیٹھ عبدالرحمٰن کو منتخب کر لیا۔ اگرچہ خدا نے عبدالکریم کو ہم سے لے لیا تو عبدالرحمٰن کو دوبارہ

ہمیں دیدیا۔ وہی مرض ان کے دامنگیر ہوگئی۔ آخر وہ اسی بندہ کی دعاؤں سے شفایاب ہوگئے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ میرا صدہا مرتبہ تجربہ ہے کہ خدا ایسا رحیم و کریم ہے کہ جب اپنی مصلحت سے ایک دعا کو منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض میں کوئی اور دعا منظور کر لیتا ہے جو اس کے مثل ہوتی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔" (حقیقۃ الوحی ص۳۲۲)

اندریں صورت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کو مردود قرار دینا شرافت اور انسانیت کو بٹہ لگانا ہے۔ اے لوگو! خدا تعالیٰ کی سزا سے ڈر جاؤ اور صادقوں کو کاذب مت ٹھہراؤ۔ پھر اسی سلسلہ میں معترض پٹیالوی لکھتا ہے:۔

"مرزا صاحب کے ملہم نے اتنے دنوں تک ناحق ان کو بھٹکایا۔ یہاں تک کہ اسی اثناء میں دو تین بار قبولیتِ دعا اور صحت کی بشارتیں بھی ہوئیں۔ کئی الہام مایوسی بخش بھی تھے۔ کیا یہ صریح طور پر ابن صیاد کے الہاموں کی مثال نہیں جن میں کچھ جھوٹ کچھ سچ کی آمیزش ہوا کرتی تھی۔" (عشرہ ص۹۳)

ہم حضرت مولوی صاحب مرحوم رضی کی صحت کے متعلق ادعاء الہام پر مفصل بحث کر چکے ہیں اور انعامی چیلنج دے چکے ہیں۔ معترض لکھتا ہے کہ "کئی الہام مایوسی بخش تھے" مگر حقیقت یہ ہے کہ الہامات میں سے ایک الہام بھی مولوی صاحب کی صحت کی بشارت نہ دیتا تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو اس بارہ میں جس قدر الہامات ہوئے سب حضرت مولوی صاحب کی وفات کی خبر دے رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"یاد رہے کہ میرے نشانوں کو سن کر مولوی ثناء اللہ صاحب کی عادت ہے کہ ابوجہلی مادہ کے جوش سے انکار کے لئے کچے حیلے پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ بھی انہوں نے یہی عادت دکھلائی۔ اور محض افتراء کے طور پر اپنے پرچہ اہلحدیث ۸ رفروری ۱۹۰۶ء میں میری نسبت یہ لکھ دیا ہے کہ مولوی عبد الکریم کے صحتیاب ہونے کی نسبت جو ان کو الہام ہوا تھا کہ وہ ضرور صحتیاب ہو جائے گا مگر آخر وہ فوت ہو گیا۔ اس افتراء کا ہم کیا جواب

دیں بجز اس کے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیں بتا دیں کہ اگر مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے صحتیاب ہونے کی نسبت الہام مذکورہ بالا ہو چکا تھا تو پھر یہ الہامات مندرجہ ذیل جو پرچہ اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکے ہیں کس کی نسبت تھے۔ یعنے کفن میں لپیٹا گیا۔ ۴۷ برس کی عمر۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس نے اچھا ہونا ہی نہ تھا۔ ان المنایا لا تطیش سہامہا۔ یعنے موتوں کے تیر ٹل نہیں سکتے۔ واضح ہو کہ یہ سب الہام مولوی عبدالکریم صاحب کی نسبت تھے۔ ہاں ایک خواب[1] میں انکو دیکھا تھا کہ وہ صحتیاب ہیں۔ مگر خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں۔ اور تعبیر کی کتابوں کو دیکھ لو خوابوں کی تعبیر میں کبھی موت سے مراد صحت اور کبھی صحت سے مراد موت ہوتی ہے۔ اور کئی مرتبہ خواب میں ایک شخص کی موت دیکھی جاتی ہے اور اس کی تعبیر زیادت عمر ہوتی ہے۔ یہ ہے حال ان مولویوں کا جو بڑے دیانت دار کہلاتے ہیں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶)

اب اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ ان بیانات سے معترض کا یہ الزام بھی باطل ہو گیا کہ نعوذ باللہ حضرت اقدسؑ کے الہامات میں سچ اور جھوٹ ہر دو کی آمیزش ہوتی تھی۔ کیونکہ امر متنازعہ فیہ میں الہامات واضح طور پر حضرت مولوی صاحبؓ کی وفات پر دلالت کر رہے ہیں اور اس کے خلاف ایک بھی الہام نہیں پس ابن صیاد کو حضرت مسیح موعودؑ سے کچھ نسبت نہیں۔ ؏ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

چونکہ معترض بار بار ابن صیاد کا ذکر کرتا ہے اسلئے اس جگہ یہ بتا دینا مناسب ہو گا کہ ابن صیاد کا اعتراف آمیزش ہی اس کی بطالت کا گواہ ہے۔ در حقیقت وہ محض

---

[1] خواب تعبیر طلب ہوتی ہے۔ اس کی تعبیر واقعات سے کی جاتی ہے۔ آنحضرتؐ نے رؤیا میں حضرت عائشہؓ کو دیکھا۔ جبرائیل نے کہا یہ تیری بیوی ہو گی۔ حضورؐ فرماتے ہیں ان یکن من عنداللہ یمضہ اگر یہ خدا کی طرف سے ہو گی تو پوری ہو جائے گی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس خواب سے استنباط بشارت کیا تھا جس پر معترض ضد کر رہا ہے حالانکہ الہامات اور واقعات نے اس کی صحیح تعبیر بتا دی اور حضرتؑ نے اس کی تصریح فرما دی۔ ھل بقی بعد ذالک موضع شک ؟ (مصنف)

ایک کاہن تھا۔ دعویٰ نبوت کجا اور کہانت کجا۔ ع شتان ما بین ذالک و ذالک! اسی لئے مصنف نبراس شرح عقائد نسفی لکھتے ہیں ا۔

" انما یمتنع الخارق عن المتنبی اذا اوجب التخلیط ولا تخلیط ھنا لاعترافہٖ بانہ کاھن یاتیہ من الجن مخبر صادق و کاذب " (ص ۴۳۲)

کہ خارق کا ظہور دعویٰ نبوت کا ذب کے مرتکب سے ممتنع ہے جبکہ وہاں شبہ پڑ جانے کا موقع ہو لیکن اس جگہ (ابن صیاد کے بارہ میں) کوئی اشتباہ نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ اس نے خود اعتراف کر لیا ہے کہ میں کاہن ہوں اور میرے پاس جن آتا ہے جو سچا بھی ہوتا ہے اور جھوٹا بھی۔"

(۲) صاحبزادہ مرزا مبارک احمد مرحوم کے لئے دعا

معترض پٹیالوی لکھتا ہے کہ :۔

" مرزا صاحب کا لڑکا مبارک احمد سخت بیمار ہوا۔ اس کی نسبت الہام ہوا قبول ہو گئی۔ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔ یعنی یہ دعا قبول ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے میاں موصوف کو شفا دی (میگزین ستمبر ۱۹۰۷ء الہام ۲۲ر اگست ۱۹۰۷ء مندرجہ البشریٰ ص۱۲۳ جلد دوم) اسی جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ صاحبزادہ مبارک احمد حسب وعدہ الٰہی دسویں یوم راضی اور تندرست ہو گیا (بدر ص۲۵ ۱۹۰۷ء) لیکن میگزین اکتوبر ۱۹۰۷ء سے ظاہر ہے کہ میاں مبارک احمد کا ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو انتقال ہو گیا اور قبولیت دعا کا الہام صریح غلط ثابت ہوا۔ کیا یہ وعدہ رحمانی تھا یا القائے شیطانی ؟" (عشرہ ص ۹۲)

ناظرین کرام ! ہم نے معترض کے اعتراض کو ہو بہو نقل کر دیا ہے۔ اس نے حاشیہ پر درثمین کا بھی حوالہ دیا ہے اسلئے ضروری ہے کہ "درثمین" میں سے وہ حوالہ بھی مکمل نقل کر دیا جائے۔ ذیل میں صاحبزادہ مبارک احمد صاحب کے لوح مزار کے اشعار اور عبارت جو مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمائی درثمین سے درج کی جاتی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں ؎

ا۔ نیز دیکھو درثمین حاشیہ ص۹۲۔

"جگر کا ٹکڑا مبارک احمد جو پاک شکل اور پاک خو تھا
وہ آج ہم سے جُدا ہوا ہے ہمارے دل کو حزیں بنا کر
کہا کہ آئی ہے نیند مجھ کو یہی تھا آخر کا قول لیکن
کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے بھی ہم پھر جگا جگا کر
برس تھے آٹھ اور کچھ مہینے کہ جب خدا نے اُسے بلایا
بُلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

نثر:۔ مَیں جو غلام احمد نام خدا کا مسیح موعود ہوں مبارک احمد جس کا اُوپر ذکر ہے میرا لڑکا تھا۔ وہ بتاریخ ۱۴ شعبان ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء بروز دو شنبہ بوقت نماز صبح وفات پا کر الہامی پیشگوئی کے موافق اپنے خدا کو جا ملا کیونکہ خدا نے میری زبان پر اس کی نسبت فرمایا[1] تھا کہ وہ خدا کے ہاتھ سے دنیا میں آیا ہے اور چھوٹی عمر میں ہی خدا کی طرف واپس جائیگا۔" (درثمین ص ۹۷ طبع پنجم)

الجواب:۔ معترض پٹیالوی کا اعتراض اور درثمین کی یہ عبارت ملانے سے اصلیت کھل جاتی ہے۔ ہم "نو دن کا بخار ٹوٹ گیا" والے الہام پر کسی گزشتہ فصل میں بحث کر چکے ہیں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اب صرف قبولیتِ دعا کا سوال تھا اور وہ بھی ان دو تحریروں پر یکجائی نظر کرنے سے خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ صاحبزادہ مبارک احمد کے متعلق الہاماً بتلایا گیا تھا کہ یہ جلد فوت ہو جائے گا۔ اسلئے اس کا بچپن میں فوت ہو جانا بھی الٰہی نوشتہ تھا۔ اور پھر اس کے دلگداز مرض اور متواتر بخار کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی منظور فرماتے ہوئے کہا "قبول ہو گئی۔ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔" یہ الہام جیسا کہ معترض کے اعتراض میں مسطور ہے ۲۲ راگست ۱۹۰۷ء کا ہے اور پھر یہ بھی وہاں ہی درج ہے کہ "صاحبزادہ مبارک احمد حسب وعدۂ الٰہی دسویں یوم راضی اور تندرست ہو گیا۔" (عشرہ ص ۹۳) گویا قبولیتِ دُعا پر جو الہام "نو دن کا بخار ٹوٹ گیا" ہوا تھا حرف بحرف پورا ہو گیا۔ قبولیتِ دُعا کا سوال حل ہو گیا۔ اب وہ پہلا الہام کہ

---

[1] الہام انی اسقط من اللہ واصیبہ کیلئے دیکھو تریاق القلوب ص ۴۳ والبشریٰ جلد ۲ ص ۵۳ (ابو العطاء)

جلد فوت ہو جائے گا اور چھوٹی عمر میں ہی خدا کی طرف واپس جائے گا بھی پورا ہونا ضرور تھا۔ چنانچہ بخار ٹوٹنے اور تندرست ہو جانے کے قریباً دو ہفتہ بعد صاحبزادہ موصوف پر مرض کا ناگہانی حملہ ہوا اور وہ ۱۶ر ستمبر کو اپنے مولیٰ سے جا ملے۔ گویا قبولیتِ دعا کا الہام بھی پورا ہو گیا اور "انی اسقط من اللہ و اصیبہ" بھی صادق ثابت ہو گیا۔ بانصاف ناظرین! بتائیے کیا یہ صورتِ حالات خشیتِ الٰہی رکھنے والے کے لیئے آسمانی کلام کی سچائی کا زبردست ثبوت نہیں؟ کیا یہ موقع اعتراض کرنے کا تھا یا خدا کے اولوالعزم پیغمبر سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کی راستبازی پر گواہی دینے کا؟ اسے سچائی کے مخالفو! تم کب آنکھیں کھولو گے اور اس ہیرے کو شناخت کرو گے؟

(۳) تین سو تیرہ ۳۱۳ صحابہ مسیح موعود کے لیئے دعا

معترض پٹیالوی نے لکھا ہے:-

"ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱[1] میں لکھتے ہیں کہ خدا اس مہدی کی تصدیق کرے گا اور دور دور سے اس کے دوست جمع کرے گا جن کا شمار اہلِ بدر کے شمار کے برابر ہوگا یعنی تین سو تیرہ ہوں گے۔ اور ان کے نام بقید مسکن و خصلت چھپی ہوئی کتاب میں درج ہونگے۔ اب ظاہر ہے کہ کسی شخص کو پہلے اس سے یہ اتفاق نہیں ہوا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کے پاس چھپی ہوئی کتاب ہو جس میں اس کے دوستوں کے نام ہوں لیکن میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالاتِ اسلام میں تین سو نام درج کر چکا ہوں اور اب دوبارہ اتمام حجت کے لیئے تین سو تیرہ نام ذیل میں درج کرتا ہوں تا کہ ہر ایک منصف سمجھ لے کہ یہ پیشگوئی بھی میرے ہی حق میں پوری ہوئی ہے اور بموجب منشاء حدیث کے یہ بیان کر دینا پہلے سے ضروری ہے کہ یہ تمام اصحاب خصلتِ صدق و صفا رکھتے ہیں اور حسبِ مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے۔" آخری دعا کے لئے دیکھنا یہ ہے کہ قبول ہوئی یا نہیں۔ جن لوگوں کے لئے یہ دعا تھی اور جن کے لئے

---

[1] غلط۔ صفحہ ۲۱ نہیں بلکہ ۴۱ ہے۔ (مؤلف)

پہلے سے لکھ دیا تھا کہ یہ تمام اصحاب خصلت صدق وصفا رکھتے ہیں ان میں سے کئی آدمی جیسے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں وغیرہ مرزا صاحب سے پھر گئے۔ اور نہ صرف پھر ہی گئے بلکہ مرزا صاحب کی مخالفت میں عمر بھر کوشش کرتے رہے۔ خواجہ کمال الدین، مولوی محمد احسن، مولوی عبداللہ خاں، مولوی محمد علی وغیرہ لاہوری پارٹی والے مرزا صاحب کی رسالت کے منکر اور قادیانی پارٹی کی نظر میں خارج از میر زائیت ہیں۔ اسلئے جہاں مرزا صاحب کی یہ دعا نا مقبول ٹھہری وہاں یہ (۳۱۳) والا ڈھکوسلا بھی باطل ثابت ہوا۔ اور کم از کم جو پیشگوئی مرزا صاحب نے اپنے اوپر چسپاں کی تھی اس کی رو سے مرزا صاحب مہدی ثابت نہ ہوئے۔" (عشرہ ۹۴)

الجواب۔ اس اعتراض کی کئی شاخیں ہیں اسلئے سب سے پہلے ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ کیا یہ تین سو تیرہ اصحاب والی پیشگوئی ڈھکوسلہ ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس حدیث کا حوالہ اسی جگہ درج فرمایا ہے۔ مگر معترض پٹیالوی کی دیانت نے اجازت نہ دی کہ تین سطریں پہلے بھی درج کرے تاکہ حوالہ بھی نقل ہو جائے۔ اب وہ عبارت ہم درج کرتے ہیں۔ حضور تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"شیخ علی حمزہ بن علی ملک الطوسی اپنی کتاب جواہر الاسرار میں جو ۸۴۰ ہجری میں تالیف ہوئی تھی مہدی موعود کے بارے میں مندرجہ ذیل عبارت لکھتے ہیں۔ دراربعین آمدہ است کہ خروج مہدی از قریہ کدعہ باشد قَالَ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یَخْرُجُ الْمَهْدِیُّ مِنْ قَرْیَةٍ یُقَالُ لَهَا کَدْعَةُ وَیُصَدِّقُهُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَیَجْمَعُ اَصْحَابَهُ مِنْ اَقْصَی الْبِلَادِ عَلٰی عِدَّةِ اَهْلِ بَدْرٍ بِثَلَاثِ مِائَةٍ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا وَمَعَهُ صَحِیْفَةٌ مَخْتُوْمَةٌ (اے مطبوعۃ) فِیْهَا عَدَدُ اَصْحَابِهِ بِاَسْمَائِهِمْ وَبِلَادِهِمْ وَخِلَالِهِمْ۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۰-۴۱)

معلوم ہوا یہ حدیث تو موجود ہے ڈھکوسلہ نہیں۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ حضرت مسیح موعود

نوٹ: یہ دعویٰ بالکل غلط ہے ہم لاہوری پارٹی والوں کو احمدی ہی کہتے ہیں۔ نیز وہ بھی حضرت مسیح موعودؑ کو ظلی نبی اور ظلی رسول مانتے ہیں۔ ہاں مخالفین سے ڈر کر یا غلط فہمی سے ظلی نبی کی تشریح محض محدثیت کرتے ہیں۔ پورے طور پر نہ سہی مگر یہ کا آخر کنند دعویٰ حب پیمبرم (مؤلف)

مہدیؑ معہود کے اصحاب کی اس وقت تعداد تین سو تیرہ ۳۱۳ تھی جن کے نام ضمیمہ انجام آتھم کے ان صفحات میں مع ان کے مسکن کے طبع شدہ ہیں۔ اسلئے پیشگوئی کے پورا ہوجانے میں تو کوئی کلام نہیں۔ آئیے اب اعتراض کی دوسری شاخ کا جواب دیں۔

یاد رہے کہ ان لوگوں میں سے بعض کا بعد میں منحرف یا مخالف ہوجانا بھی پیشگوئی میں قادح نہیں۔ دیکھئے تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حسب ذیل پیشگوئی ہے:۔

"اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے اُن پر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑوں سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت اُن کے لئے تھی۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔" (استثناء ۳۳/۲-۳)

سب مسلمان مانتے ہیں کہ اس میں دس ہزار قدوسیوں سے مراد وہ دس ہزار اصحاب ہیں جو فتح مکہ کے دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔

ہم ایمان لاتے ہیں کہ وہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ حالانکہ رسول مقبولؐ کے بعد خلافت صدیقی میں ان میں سے کئی مرتد ہوگئے۔ بخاری شریف میں ایک حدیث آتی ہے کہ قیامت کے روز بہت سے لوگوں کو دوزخ کی طرف لے جایا جائیگا تو میں (نبی کریمؐ) کہوں گا اَصْحَابِیْ اَصْحَابِیْ۔ یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ جواب دیا جائیگا اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ تجھے معلوم نہیں کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا بدعتیں پیدا کی تھیں وہ تیری جدائی کے بعد ارتداد اختیار کر چکے تھے۔

کیا ان حالات کے باوجود کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کرے گا کہ نعوذ باللہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ؟ ہرگز نہیں !

اور دیکھئے قرآن مجید نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت مطابق پیشگوئی تورات اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح ع) قرار دی ہے یعنی وہ دشمنوں پر بوجھل اور آپس میں بہت نرم اور رحیم ہیں۔ مگر کیا کوئی اس سے انکار کرسکتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان خونریز جنگیں ہوئیں جن میں بہت سے صحابہ شہید ہوئے۔ ایک جنگ صفین کے متعلق ہی لکھا ہے کہ اس میں ستر ہزار آدمی مارے گئے ؟ لیکن کیا پھر یہ تسلیم کر لینا جائز ہوگا کہ نعوذ باللہ وہ پیشگوئی آنحضرت

کے حق میں پوری نہیں ہوئی ؟ ہرگز نہیں ! بھلا جب قرآن مجید اس کو پورا قرار دیتا ہے تو کون مسلمان اس کا منکر ہو سکتا ہے ؟

اِن واقعات اور ایسے دیگر حالات سے ظاہر ہے کہ پیشگوئی کے لئے یہ تو ضروری ہے کہ جب اس کے ظہور کا وقت ہے تو جن کے متعلق ہے ان کے حالاتِ موجودہ سے مطابق ہو۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ سارے لوگ پھر ہمیشہ اسی حالتِ اخلاص و عقیدت پر قائم رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی پیشگوئیوں کی جب کا فروں، منافقوں بلکہ حیوانات و جمادات تک سے تصدیق کرا دیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ کل بننے والا منافق آج اپنی حالتِ ایمانی میں پیشگوئی کی سچائی کا ذریعہ نہ بن سکے۔ ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے۔ اور حضرت اقدسؑ کا تین سَو تیرہ والی پیشگوئی کو اپنے اصحاب پر چسپاں کرنا بعینہٖ دس ہزار قدوسیوں والی پیشگوئی کی طرح ہے۔ بعد میں اگر ان میں سے کوئی مرتد ہو جاتا ہے تو اس کا وبال اس پر ہو گا۔ اِن معنوں کی مصدق وہ حدیث بھی ہے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ کہ کبھی اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید ایک فاجر کے ذریعہ بھی کرا دیتا ہے۔

پس اگر اِن تین سَو تیرہ اصحاب میں سے بعد میں کوئی شخص لغزش کھا جاتا ہے تو اس سے نفسِ پیشگوئی پر کوئی حرف نہ آئے گا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کی حالتِ موجودہ پر فقرہ "یہ تمام اصحاب خصلتِ صدق و صفا رکھتے ہیں" چسپاں کیا ہے اور اسی ظاہری حالت کے لحاظ سے حضورؑ نے اس پیشگوئی کا ان کو مصداق قرار دیا ہے۔ چنانچہ "جس کو اللہ بہتر جانتا ہے" کا فقرہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے۔ گویا یہ پیشگوئی اسوقت کے لحاظ سے اور ان لوگوں کی ظاہری حالت کے لحاظ سے تھی۔ اور اِس صورت میں اس کے پورا ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ باقی ان میں سے بعض کا بعد میں مرتد ہو جانا یہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی دلیل ہے کیونکہ یہ بھی آپؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؑ نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اپنے اصحاب میں سے بعض مخلصین کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا:۔

"عزیزو! اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے جو میری اِس کتاب میں درج ہیں باستثناء اس شخص کے کہ بعد اس کے خدا تعالیٰ اس کو ردّ

کر ڈے خاص طور سے محبت رکھو۔ اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ
اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا تب تک اسکو اپنا
ایک عضو سمجھو" (ازالہ اوہام ص۳۲۹ طبع سوم)

پھر بلعم بن باعور کا واقعہ خود قرآن مجید میں مذکور ہے وہ قرب میں لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ
کا مصداق ہو چکا تھا مگر پھر اعمالِ بد کے باعث راندۂ درگاہ بن گیا۔ میر عباس علی
لدھیانوی کے ذکر میں حضرت مسیح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"اس کے حالات سے یہ تجربہ ہوا کہ اگر کسی شخص کی نسبت خوشنودی
کا بھی الہام ہو تو بسا اوقات خوشنودی بھی کسی خاص وقت
تک ہوتی ہے۔ یعنی جب تک کہ کوئی خوشنودی کے کام کرے
جیسا کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں کافروں پر جا بجا غضب ظاہر فرماتا
ہے اور جب ان میں سے کوئی مومن ہو جاتا ہے تو معاً وہ غضب رحمت
کے ساتھ بدل جاتا ہے اور اسی طرح کبھی رحمت غضب کے ساتھ بدل
جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص بہشتیوں کے
اعمال بجا لاتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور بہشت میں ایک بالشت کا
فرق رہ جاتا ہے اور در اصل قضاء و قدر میں وہ جہنمی ہوتا ہے تو آخر کار
کوئی ایسا عمل یا کوئی ایسا عقیدہ اس سے سرزد ہو جاتا ہے کہ وہ جہنم میں
ڈالا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص بہشتی ہوتا ہے اور جہنمیوں کے عمل
کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جہنم میں صرف ایک بالشت کا فرق
رہ جاتا ہے آخر کار اس کی تقدیر غالب آجاتی ہے اور پھر وہ نیک عمل
بجا لانا شروع کرتا ہے اور اسی پر اس کی موت ہوتی ہے اور بہشت
میں داخل کیا جاتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۹۵)

الغرض ۳۱۳ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے بعد عبدالحکیم وغیرہ کا مرتد ہو جانا اور
ان کی حالت کا بدل جانا عقلاً و شرعاً ناممکن نہ تھا بلکہ حضرت اقدسؑ کی بعض پیشگوئیوں کے
پیشِ نظر ایسا ہونا ضروری تھا سو ہو گیا۔ یہاں تک تو ہم نے پیشگوئی کے متعلق بحث کی ہے
اب اصل سوال کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی دعا" اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں

میں ثابت قدم کرے" کے مطابق وہ سب لوگ کیوں ثابت قدم نہ رہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مذہب اور اس کے ثمرات کے اظہار میں جبر کا دخل نہیں، بلکہ زیادہ تر انسان کی ذاتی روحانیت اور مجاہدات کا اثر ہے۔ اگر وہ شخص جس کے لئے کوئی نبی دعا کرتا ہے اپنے اندر جوہر قابل نہیں رکھتا اور مذہب کی طرف مطلقاً متوجہ نہیں تو وہ دعا کسی دوسرے رنگ میں پوری ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کے لئے دعائیں کیں مگر پھر بھی بعض مرتد ہو گئے۔ حضورؐ کے کاتب وحی عبداللہ بن ابی سرح نے بھی ارتداد اختیار کیا۔ پھر حضورؐ کفار کے لئے دست بدعا رہے۔ جب لوگ گھروں میں آرام کی نیند سوتے تھے تو تمام انبیاء کا سردار غاروں میں ان کی بھلائی و بہبودی کے لئے پروردگارِ عالم سے دعائیں مانگتا تھا۔ وہ جب اس کو گالیاں دیتے تو وہ معصوم انکو دعا دیتا۔ حضورؐ کی شبانہ روز دعائیں رنگ لائیں اور کثیر حصہ ایمان لے آیا مگر جن پر شقاوت کی مہر لگ چکی تھی وہ آخر تک مخالفت پر ہی کمربستہ رہے۔ اس سوز و گداز کو ہی دیکھ کر خداوند جل وعلا نے فرمایا تھا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ کہ گویا تو اپنی جان کو اس غم میں ہلاک کر لیگا کہ یہ لوگ کیوں مسلمان نہیں ہوتے۔ منافق نمازوں میں آتے تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا اھدنا الصراط المستقیم اور دیگر ادعیہ میں ان کو شریک کرتے تھے مگر وہ خالی کے خالی چلے جاتے تھے بلکہ ان کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہوتا تھا حتیٰ کہ ارحم الراحمین نے فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (سورہ توبہ ع) کہ اے نبی! اگر تو ان کے لئے ستر دفعہ بھی استغفار کرے تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں تاثیر نہیں تھی؟ حضورؐ کا استغفار بے اثر ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ ان لوگوں میں قوتِ جذب نہیں تھی۔ پھر دیکھئے غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے جو مومن تھے ان کی راست بیانی اور اعترافِ جرم پر عتاب نازل ہوتا ہے مگر منافق آتے ہیں، اپنے عذرات پیش کرتے ہیں، حضورؐ ان کو معاف کر دیتے ہیں بلکہ ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو بخاری کتاب المغازی جلد ۳ صفحہ ۱۲۶) کیا یہ استغفار ان کے لئے مفید ہوا؟ ہرگز نہیں۔!

ان سب واقعات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس واقعیت کو سمجھنے کے لئے یوں خیال فرمائیں کہ نبی کی دُعا ایک بارش کی طرح ہے۔ اب اگر زمین میں استعدادی نہ ہو تو وہ بنجر رہے گی۔ ہاں اگر اس میں نشو ونما کی قوتیں ہوں تو اس بارش سے روئیدگی اُگ آئے گی اور ہر حصہ زمین اپنی مخفی استعدادوں کو ظاہر کرے گا ۔

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ان اصحاب کے لیے "ثابت قدمی" کی دُعا فرمائی۔ دعا اپنی ذات میں قبول ہوگئی مگر اس سے وہی لوگ حصہ پا سکتے ہیں جن میں مادہ قبولیت تھا۔ سورج کا طلوع روشنی اور چمک کو نمودار کرتا ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ لیکن آفتاب کی اس تابانی و ضوء فشانی سے وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جو چشم بینا رکھتے ہیں۔ اور پھر ان میں سے بھی اگر کوئی بدقسمتی اور اپنی غلطی سے آنکھیں کھو بیٹھے تو پھر بھی وہ نور سے محروم ہو جائے گا۔ یہی حال حضرتؑ کی اس دعا کا ہے۔ اس کے نفسِ تاثیر میں کوئی کلام نہیں مگر اس سے وہی حصہ پانے والے ہوئے جن کو نورانی آنکھیں اور بصیرت والی فطرت نصیب ہوئی۔ ان میں سے جو بعد میں اپنے دل کے کواڑ کو بند کر بیٹھے وہ بھی نور کی بجائے تاریکی میں گھر گئے اور فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ کا مصداق بن گئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیت لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:۔

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ اے نبی (علیہ السلام) جس قدر تو عقدِ ہمت اور کامل توجہ اور سوز و گداز اور اپنی روح کو مشقت میں ڈالنے سے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دعا کرتا ہے تیری دعاؤں کے پُر تاثیر ہونے میں کچھ کمی نہیں ہے لیکن شرطِ قبولیت دعا یہ ہے کہ جس کے حق میں دعا کی جاتی ہے سخت متعصب اور لاپرواہ اور گندی فطرت کا انسان نہ ہو ورنہ دعا قبول نہیں ہوگی۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۶)

الغرض اس نمبر میں بھی معترض پٹیالوی نے جو اعتراض کیا تھا وہ ہر طرح سے باطل ہے۔ قرآن مجید کی آیات، سُنَنِ الٰہیہ اور احادیث نبوی اس کے خلاف ہیں۔ اور عقلِ انسانی بھی

اس کو دھکے دیتی ہے کہ چونکہ ایک مرتبہ نبی نے دعا کر دی ہے اب خواہ کچھ کرتے رہو تم بہرحال نیک ہو۔ نہیں نہیں بلکہ تم کو خود بھی تقویٰ اور نیکی پر قائم رہنا ضروری ہے۔ دعاؤں کی تاثیر کا انکار نہیں لیکن ع کہ "بد پرہیز بیمار نے نہ بیند روئے صحت را" کے سچ ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ الآن اندفع الاشکال بحمد اللہ۔

(۴) سید امیر شاہ کے لڑکے کے لیئے دعا

معترض پٹیالوی لکھتا ہے :۔

"سید امیر شاہ رسالدار میجر سے پانصد روپیہ پیشگی لے کر ان کے بیٹا ہونے کی دعا کی جس کی میعاد ۱۵ ر اگست ۱۸۸۸ء کو ختم ہوئی مگر یہ قیمتی دعا بھی مردود و نامقبول ہوئی۔ مرزا صاحب کا خط ۱۰ ر اگست ۱۸۸۸ء مندرجہ عصائے موسیٰ صفحہ ۴۴"
(عشرہ صفحہ ۹۴)

الجواب ۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خط کا حوالہ معترض پٹیالوی نے عصائے موسیٰ صفحہ ۴۲ درج کیا ہے۔ یہ ایک معاند منکر کی کتاب ہے۔ دوسرے اس میں بھی خط مذکور نہیں بلکہ ایک مخالف حق شخص نے چند ادھورے فقرے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے منسوب کئے ہیں۔ مکمل خط درج نہیں کیا تا اس کا سیاق و سباق معلوم ہو سکے اور نہ ہی خط کا عکس شائع کیا ہے تا اس کی اصلیت پر دلیل قائم ہو سکے۔ پس اول تو مکذب پٹیالوی کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔

۲۔ "سید امیر شاہ صاحب مذکور سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پانصد روپیہ پیشگی لے کر دعا کی" یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان سے روپیہ مانگا نہیں تھا بلکہ انہوں نے بطور خود بھیج دیا تھا۔ لیجئے عصائے موسیٰ والا آپ کا پیش کردہ گواہ کہتا ہے :۔

"رسالدار صاحب نے اپنی حسن ظنی دفراخدلی سے پانسو روپیہ بھی ..... پیشگی دیدیا۔" (عصائے موسیٰ صفحہ ۴۲)

پس معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُس سے روپیہ مانگا نہیں بلکہ اُس نے خود اپنی حسن ظنی کے طور پر بھیج دیا تھا۔

۳۔ قبولیت دعا کے فلسفہ پر ہم ابتداء میں مفصل بحث کر چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سید امیر شاہ رسالدار کے لئے دعا کی لیکن رسالدار مذکور اپنی شتابکاری

نیز قضاء مبرم ہونے کی وجہ سے محروم رہا۔ حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یُسْتَجَابُ لِاَحَدِکُمْ مَالَمْ یَعْجَلْ یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ یُسْتَجَبْ لِیْ (رواہ البیھقی وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ) کہ جب انسان جلد بازی کرے گا تو اُس کی دعا قبول نہ ہو گی۔ یعنی جب وہ یہ کہنے لگ پڑے کہ میں نے (یا فلاں نے میرے لئے) دعا کی مگر وہ قبول نہ ہوئی تو پھر اللہ تعالیٰ اس دُعا کو نہیں سُنتا۔ اس جگہ بھی سیّد امیر شاہ صاحب اپنی جلد بازی کے باعث محروم رہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دولتمند مسلمانوں کو اسلام کے لئے تحریکِ چندہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :۔

"مَیں تمام امراء کی خدمت میں بطور عام اعلان کے لکھتا ہوں کہ اگر ان کو بغیر آزمائش ایسی مدد میں تامل ہو تو وہ اپنے مقاصد اور مہمات اور مشکلات کو اس غرض سے میری طرف لکھ بھیجیں کہ تا میں ان مقاصد کے پورے ہونے کے لئے دعا کروں۔ اور اس بات کو تصریح سے لکھ بھیجیں کہ وہ مطلب پورا ہونے کے وقت کہاں تک ہمیں اسلام کی راہ میں مالی مدد دیں گے۔ اور کیا انہوں نے اپنے دلوں میں پختہ اور حتمی وعدہ کر لیا ہے کہ ضرور وہ اس قدر مدد دیں گے۔ اگر ایسا خط کسی صاحب کی طرف سے مجھ کو پہنچا تو میں اس کے لئے دعا کروں گا۔ اور مَیں یقین کرتا ہوں کہ بشرطیکہ تقدیر مبرم نہ ہو ضرور خدا تعالیٰ میری دُعا سُنے گا اور مجھ کو الہام کے ذریعہ سے اطلاع دے گا۔" (ضرورۃ الامام صفحہ ۳۰)

گویا ایسے لوگوں کے لئے دعا کے مقبول ہونے کا اُسی وقت تک وعدہ ہے جبتک کہ وہ معصیت تقدیر مبرم نہ ہو۔ پس سیّد امیر شاہ والا معاملہ ہرگز قابل اعتراض نہیں۔ سیّد امیر شاہ مذکور کی شتاب کاری پر حضرتؑ نے اس کا روپیہ واپس کرنے کیلئے لکھا مگر اُس نے واپس لینے سے بھی انکار کر دیا۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"جس وقت ایسی شتابکاری آپ لوگوں کی محسوس کی گئی تو بڑی جد کے ساتھ حضرت اقدسؑ نے ان مبالغ کے واپس کرنے کے لئے سیّد امیر شاہ صاحب کو تحریر کیا تھا لیکن اس نے واپس نہ لئے۔" (آیات الرحمٰن بجواب عصائے موسیٰ صفحہ ۴۹)

پس معترض کا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔

(۵) ملکہ معظمہ کو دعوت اسلام اور نشان

معترض پٹیالوی لکھتا ہے :-

"رسالہ تحفۂ قیصریہ میں جو مسلمانوں کی نسبت طرح طرح کے الزام[1] اتہام لگا کر اور اپنی جماعت کی وفاداری جتلا کر عجیب و غریب لفاظیوں اور رنگ آمیزیوں سے اور عاجزانہ ادب کے ساتھ ملکہ معظمہ کے حضور میں کھڑے ہو کر عرض کی گئی تھی کہ وہ اسلام قبول کریں یہ عرض بھی نامنظور ہوئی۔ حضور ملکہ معظمہ کو ایک سال کے اندر نشان آسمانی دکھانے کے لئے بھی لکھا تھا۔ اگر وہ پسند کریں۔ مگر انہوں نے ادھر توجہ بھی نہ کی۔" (عشرہ ص۹۶)

الجواب - ملکہ معظمہ نے نشان نہ دیکھنا چاہا اور نہ توجہ کی تو یہ ان کی اپنی غلطی تھی۔ رسول اور نبی کا فرض پیغام پہنچا دینا ہے۔ وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ شاہ ایران کو خط لکھا اس نے پھاڑ دیا اور اس طرف توجہ بھی نہ کی۔ تو کیا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت میں فرق آگیا تھا؟ ہرگز نہیں ؎

نہ ہوبے وقر ترکِ سجدۂ ابلیس سے آدم
عدو کی سرکشی سے ذوق کب رتبہ ہو کم میرا

ہاں کسریٰ نے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پھاڑا اور اسلام سے انحراف کیا اس لئے آہستہ آہستہ اس کی سلطنت پھاڑ دی گئی۔ حضور ملکہ معظمہ نے اگرچہ اسلام قبول نہ کیا لیکن خط کے ساتھ یہ سلوک نہ کیا اسلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الہام ہوا ؎

سلطنتِ برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں ایام ضعف و اختلال

---

[1] اس رسالہ میں مسلمانوں کے عقیدۂ خونی مہدی کا بھی ذکر ہے کیا یہ اتہام ہے؟ مجمع الکلام میں مھدی الدم کا لفظ پڑھ کر جواب دیں۔ (ابوالعطاء)

آج اس ضعف و اختلال کو محسوس کرنا کچھ مشکل نہیں۔ حالات روزمرہ بسرعت تغیر پذیر ہو رہے ہیں۔[1]

رسالہ تحفہ قیصریہ میں حضور نے ملکہ معظمہ کو دعوت دی کہ وہ اسلام قبول کریں اور اس کے لئے جلسہ جشن جوبلی میں دعا بھی کی گئی۔ یہ درست ہے۔ پھر انہوں نے اسلام کیوں قبول نہ کیا۔ اس کا جواب ہم اعتراض ۳ کے جواب میں مفصل لکھ چکے ہیں۔ ایسی دعاؤں کی تاثیر کے لئے اس شخص کی استعداد اور توجہ کا بھی بہت دخل ہوتا ہے جس کیلئے دعا کی گئی ہے۔ ہمارے آقا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مظلومیت کے عالم میں دعا کی تھی۔ منشی محمد یعقوب پٹیالوی لکھتے ہیں :۔

"جنگ اُحد میں جب لشکر اسلامی کو کچھ چشم زخم پہنچا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی سر مبارک پر ضرب آئی اور دندان مبارک شہید ہوئے اس وقت صحابہ نے عرض کیا کہ حضور حد ہو گئی ہے۔ اب تو کفار کے حق میں دعا فرمادیں۔ حضور رحمۃ للعالمین نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اغفر قومی واھدِ قومی فانھم لا یعلمون۔ یا اللہ میری قوم پر بخشش کر اور اس کو ہدایت دے۔ یہ لوگ میری دعوتِ اسلام کی قدر نہیں جانتے۔" (عشرہ ص ۱۲۳)

مگر ساری قوم کے لوگ مسلمان نہ ہوئے اور جو ہوئے اُن میں سے بھی سارے کے سارے اعلیٰ درجہ کے نہ تھے۔ اس میں ہمارے سید و مولیٰ کی دعا پر کوئی زد نہیں پڑ سکتی۔ بلکہ یہ ان لوگوں کے فطرتی نقص کی دلیل ہے۔ پس اگر ملکہ معظمہ مسلمان نہ ہوئی تو اس میں حضرت مرزا صاحبؑ کی دعا پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

افسوس! یہ لوگ جنہیں بادشاہوں کو تبلیغ کرنے کی توفیق تو کجا اپنے ضلع کے حاکم کو بھی اسلام کا پیغام پہنچانے کی جرأت نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر معترض ہیں کہ آپ نے نہایت ادب و احترام سے کیوں ملکہ معظمہ کو پیغام پہنچایا۔ یہ خوشامد اور چاپلوسی ہے۔

ہم اس حد تک تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت اقدسؑ نے ملکہ معظمہ کو جو پیغام دیا اس میں اس کے واجب اکرام کو مدنظر رکھا ہے اور نرم لہجہ میں گفتگو کی ہے لیکن یہ امر قابلِ اعتراض نہیں کیونکہ

---

[1] آج (طبع ثانی کے وقت) ۱۹۶۲ء میں سلطنتِ برطانیہ کے مقبوضات کا بیشتر حصہ آزاد ہو چکا ہے۔ (مؤلف)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کو فرعون کی طرف بھیجا تھا تو ساتھ ہی تاکید فرمائی

قُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا۔ (طٰہٰ ع۲)

کہ اس کو نرم بات کہنا۔ اگر فرعون ایسے جابر، ظالم اور سرکش بادشاہ کو مخاطب ہوتے ہوئے بھی رفق و ملاطفت ضروری ہے تو پھر ملکہ معظمہ جیسی محسنہ اور رعایا پرور ملکہ سے خطاب کرتے وقت کیوں نرمی ضروری نہیں؟ جاہل اور نادان اس نرمی کو خوشامد اور چاپلوسی کہہ سکتا ہے۔ مگر درحقیقت یہ اخلاق کا ضروری حصہ ہے اور خداوند تعالیٰ کا حکم ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے اِذَا جَآءَکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاَکْرِمُوْہُ جب کسی قوم کا معزز آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کا اکرام و اعزاز کرو۔ اس جگہ تو مخاطب ملکہ معظمہ تھی جو خود ہندوستان کی حکمران تھی۔ پھر کیوں نہ اس کا اعزاز و اکرام کیا جاتا۔

غور طلب یہ امر ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ملکہ معظمہ کو دعوت اسلام دیتے ہوئے برعایت ادب حقیقت کو ظاہر کرنے میں کوتاہی کی؟ ہرگز نہیں! بطور نمونہ مندرجہ ذیل فقرات ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) "تو اس خوشی کے وقت میں جو شصت سالہ جوبلی کا وقت ہے یسوع کے چھوڑنے کے لئے کوشش کر۔" (عشرہ ص۹۵ بحوالہ تحفہ قیصریہ)

(۲) "اس (خدا) نے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ اکیلا اور غیر متغیر اور قادر اور غیر محدود خدا ہے جس کی مانند اور کوئی نہیں۔" (تحفہ قیصریہ ص۱۲)

(۳) "کاش ہماری محسنہ ملکہ معظمہ کو اس آسمان کے خدا کی طرف خیال آ جائے جس سے اس زمانہ میں عیسائی مذہب بے خبر ہے۔" (ص۱۲ ")

(۴) "اسی طرح قرآن عمیق حکمتوں سے پُر ہے اور ہر ایک تعلیم میں انجیل کی نسبت حقیقی نیکی کے سکھلانے کے لئے آگے قدم رکھتا ہے۔ بالخصوص سچے اور غیر متغیر خدا کے دیکھنے کا چراغ تو قرآن ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ دنیا میں نہ آیا ہوتا تو خدا جانے دنیا میں مخلوق پرستی کا عدد کس نمبر تک پہنچ جاتا۔" (ص۲۴)

(۵) "ہماری محسنہ قیصرہ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھڑا کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر اس کا خاتمہ کرے۔" (بحوالہ عشرہ ص۹۵)

ان فقرات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس ادب سے

ہوتے ہوئے پیغام اسلام پہنچانے میں وہ کام کیا جو کروڑوں انسانوں سے نہ ہو سکا، بلکہ بادشاہوں سے بھی۔ ادب کا لحاظ قرآن مجید اور حدیث کی رُو سے ضروری تھا۔ اور صحابہ کرام کا بھی اُسوۂ حسنہ یہی ہے۔ چنانچہ جب مسلمان پہلی مرتبہ ہجرت کر کے حبشہ میں گئے تو وہاں کے عیسائی بادشاہ کے متعلق انہوں نے حسب ذیل فقرات کہے تھے :۔

انّ قومنا بغوا علینا وارادوا فتنتنا عن دیننا فخرجنا الیٰ دیارك واخترناك علیٰ من سواك ورغبنا فی جوارك ورجونا ان لا نظلم عندك ایھا الملك۔

یعنی ہم نے آپ کی پناہ لی ہے اور باقی بادشاہوں پر آپ کو ترجیح دی ہے ہمیں امید ہے کہ آپ کے پاس ہم پر ظلم نہ ہو گا اے بادشاہ"

(المحاضرات للخضری جلد ۱ ص۱۰۱)

لطیفہ ضرب المثل ہے۔ خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار۔ معترض پٹیالوی کا بھی یہی طریق ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں اعتراض کیا ہے :۔

"چھ زبانوں میں ایک ہی دعا کے الفاظ کو ادا کرنا کیا فضول اور نمائشی کارروائی نہیں ہے۔ کیا مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی نسبت کسی زبان سے[1] ناواقف ہونے کا بھی خیال تھا؟" (حاشیہ ص۹۹ عشرہ کاملہ)

اجی صاحب! اللہ تعالیٰ کی ناواقفی کا سوال نہیں بلکہ مختلف زبانیں بولنے والوں کے علم کی خاطر مختلف لوگوں نے مختلف زبانوں میں اس تقریر کا ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ وہ تقریر خالی دعا نہیں ہے۔ بلکہ شکریہ وغیرہ پر بھی مشتمل مضمون ہے جس میں چند دعائیہ فقرے بھی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "جلسۂ احباب" کے جلی عنوان سے اس تقریب کی تفصیل بذریعہ اشتہار شائع فرمائی تھی۔ اس میں حضورؑ نے لکھا ہے :۔

"اور وہ تقریر جو دعا اور شکرگزاری جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند میں سنائی گئی جس پر لوگوں نے بڑی خوشی سے آمین کے نعرے مارے وہ چھ زبانوں میں بیان کی گئی تا ہمارے پنجاب کے ملک میں جس قدر مسلمان کسی زبان میں دسترس رکھتے ہیں اُن تمام زبانوں سے شکر ادا ہو۔ ان میں سے ایک اُردو میں تقریر تھی جو شکر اور دعا پر مشتمل تھی جو عام

---

[1] گویا تمہارے نزدیک بھی خدا تعالیٰ سب زبانوں کو جانتا ہے اور یہی صحیح بھی ہے مگر پھر بھی اس کی کیا وجہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ انگریزی فارسی یا اُردو میں الہام کر دیتا ہے تو تم شور مچا دیتے ہو؟ (ابوالعطاء)

جلسہ میں سُنائی گئی۔ اور پھر عربی اور فارسی اور انگریزی اور پنجابی اور پشتو میں تقریریں قلمبند ہو کر پڑھی گئیں۔ اُردو میں اسلیئے کہ وہ عدالت کی بولی اور شاہی تجویز کے موافق دفتروں میں رواج یافتہ ہے اور عربی میں اسلیئے کہ وہ خدا کی بولی ہے جس سے دنیا کی تمام زبانیں نکلیں اور جو امّ الالسنہ اور دنیا کی تمام زبانوں کی ماں ہے جس میں خدا کی آخری کتاب قرآن شریف خلقت کی ہدایت کیلئے آیا ہے اور فارسی میں اسلیئے کہ وہ گزشتہ اسلامی بادشاہوں کی یادگار رہے جنہوں نے اس ملک میں قریباً سات سو برس تک فرمانروائی کی۔ اور انگریزی میں اسلیئے کہ وہ ہماری جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند اور اسکے معزز ارکان کی زبان ہے جس کے عدل اور احسان کے ہم شکرگزار ہیں اور پنجابی میں اسلیئے کہ وہ ہماری مادری زبان ہے جس میں شکر کرنا واجب ہے۔ اور پشتو میں اسلیئے کہ وہ ہماری زبان اور فارسی زبان میں ایک برزخ اور مرحدی اقبال کا نشان ہے۔" (اشتہار ۱۲ جون ۱۸۹۷ء)

سمجھدار لوگ تو اس دلیل کو مان جائیں گے مگر ان کا کیا علاج ہے جو تذکرہ ضرب المثل کے مصداق ہوں؟ بہرحال یہ بھی اعتراض باطل اور محض مغالطہ ہے۔

(۶) مولوی محمد حسین بٹالوی کی ذلت کا اشتہار

الجواب۔ چونکہ معترض نے یہی اعتراض بعینہٖ فصل دہم کے نمبرہ میں بھی کیا ہے اسلیئے اس کا مفصل جواب اُسی جگہ لکھا جائیگا وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۷) رسالہ نشان کی دُعا

الجواب۔ تکرار سے بچنے کے لئے اس کا جواب فصل دہم کے نمبر ۶ میں درج کیا گیا ہے۔

(۸، ۹) ڈاکٹر عبد الحکیم کے متعلق دُعا

اس کا جواب بھی فصل دہم کے نمبر ۹ میں مفصل مسطور ہے۔

(۱۰) مولوی ثناء اللہ کے متعلق دُعا

اسی اعتراض کو معترض نے فصل دہم کے آخری نمبر میں دہرایا ہے اسلیئے ہم نے بھی ہر دو جگہ کے اعتراضات کو ملا کر فصل دہم کے نمبر ۱۰ میں اس کا مفصل جواب دیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

ناظرین کرام! اس جگہ یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کامیابی حضور کی دعاؤں ہی کے طفیل ہوئی ہے۔ اس قدر عظیم الشان مخالفت کے

باوجود جماعت احمدیہ کا روز افزوں ترقی کرنا حضورؑ کی شبینہ دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے۔
حضورؑ کی اولاد، قادیان کی ترقی، ملکی حوادث، جماعت احمدیہ کی ترقی، غرض کوئی حصہ نہیں جس میں آپؑ کی دعاؤں کا اثر ظاہر نہ ہو۔ اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایک ایک احمدی، اور قادیان کی سرزمین کا ایک ایک چپہ، اس بات کا گواہ ہے کہ خدا نے اس کس مپرسی میں چھوڑے ہوئے انسان کی دعاؤں کو سُنا اور اس کو نوازا۔ حضورؑ کی دعاؤں کا صدق اور قبولیت حضورؑ کی ذات اور اس تمام بابرگ و بار سلسلہ سے عیاں ہے۔ اے کاش ہمارے بھائی غور و فکر سے کام لیں۔ حضرتؑ نے کیا عجیب فرمایا ہے ؎

ذلت ہیں چاہتے یہاں اکرام ہوتا ہے — کیا مفتری کا ایسا ہی انجام ہوتا ہے
اے قوم کے سرآمدہ اے حامیانِ دیں — سوچو کہ کیوں خدا تمہیں دیتا مدد نہیں
تم میں نہ رحم ہے نہ عدالت نہ اتقاء — پس اس سبب سے ساتھ تمہارے خدا نہیں

(درثمین)